چند باتیں پطرس کے بارے میں

Few points about Patras

عنبرین ارشد [i] ڈاکٹر عامر سہیل [ii]

Abstract:

The personality of Patras Bukhari arose from the ancestors of 'Bukhara'. He was famously known in Pakistan and across the globe for his humour. He developed in his personality a good sense of humour. He could easily home in other hearts because of his hilarity. Nullifying the will of his father, he started his career as a poet. He chose the University of Cambridge, a prestige institution, to pursue his higher education. He, however, preferred to serve his own country. He served in Pakistan Radio, then took part in educational activities, and was further appointed Principal of the Government College. Then he was appointed as Pakistan ambassador in UNO. He remained dedicated to his family life. He consistently wrote letters to his family. He has numerous diseases along with detachment from his homeland, in the end while fulfilling his obligations, he died in exile. And Pakistan deprived of an eminent writer and ambassador.

Keywords: *Patras Bukhari, Urdu Prose, GC Lahore, UNO ambassador, humour writing.*

پطرس بخاری کی شخصیت بخارہ کے خمیر سے اٹھی اور پاکستان بلکہ پوری دنیا کے لیے ایک زیرک اور دانا انسان کے طور پر مانے جانے والی شخصیت کے طور پر مصروف ہوئی۔ آپ کی شخصیت میں مزاح اعلیٰ درجے کا موجود تھا اور ہر دل میں گھر کرنے کی خوبی بدر جہا اتم موجود تھی۔ پطرس بخاری نے باپ کی پسند کے خلاف جا کر شاعری بھی شروع کی۔ آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اس مقصد کے لیے کیمبرج جیسے اعلیٰ ادارے کو منتخب کیا لیکن پھر واپس آ کر ملازمت پاکستان میں کی۔ آپ نے ریڈیو میں بھی خدمات سر انجام دیں۔ زمانۂ درس و تدریس سے بھی وابستہ رہے اور پھر گورنمنٹ کالج جیسے اعلیٰ ادارے کے پرنسپل کے بھی فرائض انجام دیے۔ اِن تمام فرائض کی ادائیگی میں آپ نے کبھی بھی کوتاہی نہ کی۔ آخر کار یو۔ این۔ او سے وابستہ ہو گئے اور فرائض کی انجام دہی میں ملک سے جدائی کے دن آ گئے اور پھر اسی جدائی میں کئی بیماریوں نے آپ کو آ لیا۔ لیکن اس سب کے باوجود آپ آپ اپنی گھریلو زندگی کے ساتھ وابستہ رہے۔ تواتر کے ساتھ گھر والوں کو خطوط تحریر کرتے لیکن آخر زندگی کس کو اتنی مہلت دیتی ہے۔ اپنی زندگی کے فرائض کو پورا کرنے کے دوران ہی بیرونِ ملک آپ کی وفات ہو گئی اور ایک عظیم تخلیق کار اور سفیر سے پاکستان محروم ہو گیا۔

کلیدی الفاظ: پطرس بخاری ، اردو نثر ، مزاح نویسی ، گورنمنٹ کالج لاہور ، یو این او ، پاکستانی سفیر۔

پشاور کا علاقہ علم و فن اور صنعت و تجارت کے حوالے سے اہم گردانا جاتا ہے۔ اس علاقے کی سرزمین معروف علماء اور علم و ادب کی جنم بھومی رہی ہے۔ یہاں کے لوگ اخلاقاً ملنسار، علم و ادب سے وابستہ، اسلامی روایات پر کاربند اور کامیاب تاجر کے حوالے سے معروف ہیں۔ اسی سرزمین میں اردو ادب کی ایک اہم اور نہایت معروف شخصیت نے جنم لیا، جو ادب کی دنیا میں پطرس بخاری کے نام سے مشہور ہوئے

---

[i] اسکالر، پی ایچ ڈی، شعبہ اُردو و مشرقی زبانیں و ادب، یونی ورسٹی آف سرگودھا

[ii] سابق صدر نشین، شعبہ اُردو و مشرقی زبانیں و ادب، یونی ورسٹی آف سرگودھا (نگران مقالہ)

اور عظیم مزاح نگار گردانے جانے لگے۔

پطرس بخاری کا پورا نام پیر سید احمد شاہ بخاری تھا۔ ''پیر'' کا لفظ خاندانی اعزاز تھا کیوں کہ آپ کے خاندان کے بزرگوں کے ناموں کے ساتھ نسل در نسل ''پیر'' کا لفظ آ رہا تھا۔ حالانکہ سید احمد شاہ کو یہ لفظ اپنے نام کے ساتھ بولنا اور لکھنا پسند نہیں تھا لیکن دورانِ تعلیم آپ کے ہم جماعت اور اساتذہ آپ کو پیر ہی کہہ کر پکارتے تھے، خاص طور پر گورنمنٹ کالج کے ہیڈ ماسٹر نے آپ کو پیر کے اعزازی نام سے مشہور کر دیا(۱) جس کی وجہ سے جب تک آپ یہاں سے وابستہ رہے پیر ہی کہلاتے رہے اور پھر معروف بھی اسی وجہ سے ہو گئے۔

پطرس بخاری کے نام میں بخاری کا لفظ اس لیے ہے کہ آپ کے آباء واجداد ہجرت کر کے بخارا سے ہندوستان آئے تھے۔ پطرس کے والد کا نام ''پیر اسد اللہ شاہ بخاری'' تھا۔ آپ کے دادا کشمیر سے ہجرت کر کے پشاور آئے اور پھر یہاں پر ہی مستقل سکونت اختیار کر لی۔ (۲) اس کے بعد آپ کے اجداد نے اپنی تمام عمر پشاور میں ہی بسر کر دی۔ آپ کے والد سید اسد اللہ شاہ بخاری اپنے عہد کے معتبر و نامور شخصیت تھے وہ اُس دور کے مبلغ اسلام خواجہ کمال الدین کے ہاں منشی کی حیثیت سے ملازمت کرتے تھے۔ (۳) اسی دور میں پطرس پیدا ہوئے۔

سید اسد اللہ شاہ بخاری اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف بہت توجہ دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے تینوں بیٹوں نے ان کا نام روشن کیا اور اعلیٰ تعلیم سے فیض یاب ہوئے۔ لیکن پطرس کا اپنے بھائیوں میں ذہانت کے اعتبار سے مقام ہی الگ تھا۔ آپ نے اپنے باپ کے نام کو چار چاند لگا دیے۔ پہلے پہل آپ کی شاعری کرنے کی وجہ سے آپ کے باپ ناخوش تھے۔ آپ کے علاوہ سید رفعت بخاری بھی شعر کہتے تھے۔ آپ دونوں بھائیوں کی یہ حرکت آپ کے باپ کو پسند نہ تھی لیکن پھر وہ بھی وقت کے ساتھ آپ کی اس خوبی کو بھانپ گئے۔

سید ذوالفقار بخاری فن شاعری سے دلچسپی رکھتے تھے۔ آپ کا بھی شاعرانہ کلام موجود ہے۔ سید ذوالفقار بخاری نے اپنی شاعری میں بہت سے تخلص استعمال کیے ہیں لیکن پطرس بخاری ان کی اس عادت کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ان دونوں بھائیوں میں تخلص کی بنیاد پر کئی دفعہ جھگڑا بھی ہوا پھر ذوالفقار

بخاری نے تخلص کا استعمال چھوڑ دیا۔ اسی حوالے سے سید ذوالفقار بخاری رقم طراز ہیں:

"بھائی شعر کہتے مگر انھیں فضول سمجھ کر پھاڑ دیتے۔ میں شعر کہتا اور فضول بھی کہتا تو لوگوں کو سناتا۔ میں نے بہت سے تخلص رکھے۔ اثرؔ، ذوالفقارؔ، وجدانؔ مگر ان میں سے کوئی نہ مجھے پسند آیا نہ میرے بھائی کو۔ ایک دن جب اس تخلص کا جھگڑا در پیش تھا تو کہنے لگے تخلص کیوں ضروری ہے۔ میں نے کہا مقطع کے لیے۔ پھر کہا مقطع کیوں ضروری ہے میں نے کہا تاکہ معلوم ہو کہ غزل کس کی ہے۔ اور کہا باقی شعر؟ میں چپ ہو گیا اور تخلص رکھنے کا خیال دل سے نکال دیا۔" (۴)

اس بات سے اس چیز کا اندازہ ہوتا ہے کہ بخاری خاندان کا شاعری سے گہرا لگاؤ اور دلچسپی ہے اور انھیں یہ صلاحیت نسل در نسل منتقل ہوئی ہے اور خداداد صلاحیت ہے۔

ذوالفقار بخاری شاعری کے علاوہ موسیقی کے فن سے بھی آگاہ تھے۔ آپ اپنی زندگی میں ریڈیو پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل رہے اور مکمل دلجمعی کے ساتھ اپنی مدتِ ملازمت پوری کر کے سبکدوش ہوئے۔ آخر کار ۱۲ جولائی ۱۹۷۵ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ (۵)

رواج زمانہ کے مطابق پطرس بخاری نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے گھر سے کیا۔ آپ نے دین کی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ فارسی زبان کے قواعد بھی اپنے گھر سے ہی سیکھے۔ اس کے بعد نو برس کی عمر میں مشن اسکول پشاور (۶) میں داخلہ لیا۔ پطرس بخاری کو بچپن ہی سے علم و ادب سے گہری وابستگی تھی۔ آپ کی ذہانت اس بات کی گواہ تھی کہ آپ ایک نہ ایک دن اپنا اور اپنے خاندان کا نام روشن کریں گے اور تاریخ نے یہ بات سچ کر دکھائی۔ تعلیم کی ابتدا ہی سے آپ نے اسکول کی غیر نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا جس سے آپ کے اندر کی صلاحیتیں مزید نکھرتی گئیں۔ آپ کی قابلیت آپ کو ہر میدان میں اول درجے پر لاتی۔

پطرس بخاری کا اندازِ گفتگو بہت اعلیٰ درجے کا تھا۔ آپ کی شخصیت ایسی تھی کہ آپ بات کرتے کرتے سامع کے دل میں گھر کر لیتے تھے۔ اگر کسی کو قائل کرنا ہوتا تو یہ کام پطرس کے ذمے ہوتا۔

پطرس بخاری اپنی شخصیت میں کمال درجے کے انسان تھے۔ آپ اپنے بھائی کا بھی بوجھ اٹھا کر

سکول جایا کرتے تھے۔ جب ذوالفقار بخاری کو اسکول داخل کرایا گیا تو پطرس بخاری اپنے بھائی کی انگلی پکڑ کر اُن کا بستہ خود اٹھا کر انھیں سکول لے جایا کرتے تھے لیکن جیسے ہی ذوالفقار اس قابل ہوئے کہ خود سکول جا سکیں تو پطرس اپنا بھی بستہ ذوالفقار کے کندھوں پر ڈال کر خود بھاگ کر سکول پہنچ جایا کرتے تھے جب کہ چھوٹا بھائی پیچھے پیچھے بوجھ اٹھائے مشکل کے ساتھ پہنچتا تھا۔ یہ واقعہ ان کی شخصیت کے اہم پہلو کو سامنے لاتا ہے۔ اسی حوالے سے صوفی غلام مصطفیٰ تبسم رقم طراز ہیں:

"بخاری صاحب نے ایک بے چین طبیعت پائی تھی۔ ان کا دماغ ان کے جسم سے اور ان کا جسم ان کے دماغ سے زیادہ تیز کام کرتا تھا۔ ان کے ذہنی اطوار اور عملی رفتار ہمیشہ ہم آہنگ رہتے۔" (۷)

پطرس بخاری کو انگریزی سے بخوبی آگاہی تھی۔ آپ درست تلفظ کے ساتھ انگریزی بولنا جانتے تھے اور آپ کی انگریزی کی تحریریں بھی بہت اعلیٰ ہوا کرتی تھیں۔ آپ نے انگریزی میں نظمیں بھی لکھی ہیں۔ ایک دفعہ سکول میں جلسہ منعقد ہوا جس میں پطرس بخاری نے انگریزی کی نظم پڑھی۔ اس جلسہ کے مہمانِ خصوصی سر جارج روس کیپل تھے۔ انھوں نے اس نظم کی بہت تعریف کی اور پطرس کی اس کاوش کو سراہتے ہوئے کہا:

"اے کاش میں پشتو اتنی اچھی طرح بولنے لگوں جتنی اچھی طرح چھوٹا پیر احمد شاہ انگریزی بولتا ہے۔" (۸)

پطرس بخاری نے ۱۹۱۲ء میں میٹرک کا امتحان بہت اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا(۹) جس پر آپ کو سکول کی طرف سے انعام بھی دیا گیا۔ اُس زمانے میں تو میٹرک کا امتحان پاس کر لینا ہی ایک معرکہ ہوا کرتا تھا جب پطرس نے اعزاز کے ساتھ میٹرک میں کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے اسلامیہ کالج پشاور میں داخلہ لیا جہاں سے آپ نے اعلیٰ نمبروں میں ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ (۱۰)

پطرس بخاری نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے پشاور سے لاہور کا سفر کیا۔ آپ نے بی۔ اے کرنے کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔(۱۱) پطرس بخاری کا شمار گورنمنٹ کالج کے قابل ترین اور ذہین ترین طالب علموں میں ہوتا تھا۔ انھوں نے کالج کی تمام سرگرمیوں میں اول روز ہی سے شرکت کرنا

شروع کر دی۔ ان دیگر سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ آپ اپنی پڑھائی پر بھی خوب توجہ دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے کالج کے ہر امتحان میں آپ نے اعزاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہے۔

پطرس بخاری اردو اور انگریزی مضامین لکھنے میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ اسی طرح وہ اپنے زمانہ طالب علمی سے ہی ادب کی خدمت میں مشغول نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۱۹ء میں آپ گورنمنٹ کالج میگزین "راوی" کے ایڈیٹر مقرر ہو گئے۔ (۱۲)

پطرس بخاری کا نام بھی اسی انگریزی ادب کی محبت میں تبدیل ہوا ہے۔ پطرس بخاری اور ذوالفقار بخاری دونوں بھائیوں نے اپنے والد کی وفات کے بعد اپنے نام کے ساتھ پیر لکھنا اور بولنا چھوڑ دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے والد کے سلسلہ بیعت کے قابل خود کو نہیں سمجھتے تھے جب کہ پطرس بخاری نے اپنا نام احمد شاہ بخاری سے پطرس بخاری رکھ لیا جس کی حقیقت "سرگزشت" میں ذوالفقار بخاری کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

> "ہمارے ہیڈ ماسٹر واٹکنز صاحب بھائی جان کو پیر کے نام سے پکارا کرتے تھے اور پیر کا تلفظ کچھ اس انداز سے ادا کرتے تھے جیسے یہ لفظ فرانسیسی ہو۔ فرانسیسی لفظ "پیر" کا انگریزی ترجمہ "پیٹر" اور انگریزی لفظ "پیٹر" کا یونانی ترجمہ "پطرس"۔" (۱۳)

پطرس بخاری کی ابتدائی تحریریں پطرس کے نام سے شائع ہوا کرتی تھی۔ وہ بھی اس غرض سے آپ اپنی تحریروں میں مصنف کے اصل نام کی جگہ پطرس لکھ دیتے تھے تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو کس کی تحریر ہے لیکن آپ نے "کہکشاں" میں ابتدائی تحریریں بھجیں تو اس میں کسی نے کاتب کے اصل نام کی جگہ پطرس کے ساتھ آپ کا پورا نام اسد اللہ بخاری بھی لکھ دیا جس کی وجہ سے آپ کا نام پطرس بخاری معروف ہو گیا اور پھر آپ اسی نام سے ہی لکھتے رہے۔ اس سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اُس دور میں نئی نئی انگریزی رواج پانے لگی تھی۔ لوگوں کو ہر چیز میں مغرب کی تقلید اول تھی اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگوں نے ناموں میں، لباس میں، وضع قطع میں بھی انگریز کی پیروی کی تھی۔

پطرس بخاری نے لکھنے کی ابتدا مزاح نگاری سے کی۔ آپ کے طنزیہ و مزاحیہ مضامین "مضامین

پطرس" کی صورت میں یکجا ہو کر شائع ہوئے۔ اس کتاب میں آپ کے گیارہ مضامین شامل ہیں۔

پطرس بخاری نے مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ۱۹۲۵-۲۶ء میں انگلستان کا سفر کیا۔ (۱۴) پطرس نے انگریزی ادب کے حصول کے لیے کیمبرج کو منتخب کیا۔ بخاری نے کیمبرج میں جتنا بھی وقت گزارا اس میں آپ کے وقت کا بھرپور حصہ کتب خانوں میں ہی گزرا۔ آپ نے وہاں سے نہ صرف انگریزی ادب کی تعلیم حاصل کی بلکہ انگریزی تہذیب، رہن سہن اور اُن لوگوں کی اصول زندگی بسر کرنے کے بارے میں بھی بہت کچھ سمجھا۔ آپ نے اپنی تحقیق سے علم کے سمندر سے ایسے موتی نکالے کہ اس باریک بینی اور اعلیٰ فہم و بصیرت کی وجہ سے بعض اساتذہ سے ان کے اچھے مراسم قائم ہو گئے۔ اس حوالے سے عبدالحمید اعظمیٰ لکھتے ہیں:

> "حصولِ علم سے گہری لگن کے سبب انھوں نے کیمبرج میں "راہبانہ" زندگی گزاری۔ انگریزی ادب میں Tripos کی سند اول درجے میں حاصل کی اور عمانوئیل کالج کے سینیئر اسکالر منتخب ہو گئے۔ وہ جنوبی ایشیا کے دوسرے طالب علم تھے جس نے انگریزی ادب میں اول درجے میں سند حاصل کی۔" (۱۵)

گویا پطرس نے علم وادب کے حصول کے لیے پوری زندگی بسر کر دی۔ زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں تھا کہ جب آپ نے خود کو یہ تصور کیا ہو کہ اب علم مکمل ہو چکا۔ بلکہ آپ کی ساری زندگی میں جستجو اور ادب کی کھوج میں تگ و دو نظر آتی ہے۔ پطرس نے کیمبرج میں جا کر بھی خود کو کبھی قابلِ فخر نہیں سمجھا بلکہ انھوں نے پھر بھی خود کو نامکمل اور ایک عام سا شخص سمجھا ہے۔

پطرس بخاری کو انگریزی کے علاوہ دیگر زبانوں پر بھی قدرت حاصل تھی لیکن انگریزی کے ساتھ ایک خاص شغف حاصل تھا۔ اسی حوالے سے محمد طفیل لکھتے ہیں:

> "مرحوم انگریزی اتنی جانتے تھے جتنی سارے پاکستانی مل کر جانتے ہیں۔ اردو جتنی جانتے تھے اتنی اردو کے سارے پروفیسر مل کر بھی نہیں جانتے۔" (۱۶)

پطرس بخاری دورانِ تعلیم طلبہ سے سوال وجواب اور بحث و مباحثہ بہت زیادہ کیا کرتے تھے۔ مباحثہ کرنا اُن کی فطرت میں داخل تھا جس کا فائدہ اُن کے شاگردوں کو بے حد ہوا کرتا تھا۔ طلبہ کی ذہنی

استعداد میں اضافہ ہوتا اور وہ مثبت انداز میں سوچنے اور چیزوں کو مختلف نظریات سے دیکھنے کے قابل ہوتے تھے۔

پطرس کا اگر کوئی شاگرد کسی نقاد کا اقتباس درج کرتا تو انھیں اس چیز سے سخت کوفت ہوتی تھی۔ اُن کے نزدیک طلبہ کو اپنی بات کو درست کرنے کے لیے وضاحت بھی اپنی بصیرت کے مطابق دینی چاہیے۔ دوسرے کے اقوال درج کرنے سے سخت چڑتے تھے۔ ایک دفعہ کسی طالب علم نے کسی نقاد کا حوالہ دیا تو آپ نے اس کے جواب میں کہا:

> ’’منصور کے پردے میں خدا بول رہا ہے۔ اجی حضرت یہ فرمان تو اے سی بریڈلے (A.C. Bradley) کا ہے۔ خاکسار بریڈلے کی نہیں آپ کی رائے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔‘‘ (۱۷)

پطرس بخاری کا لیکچر کا انداز ایسا ہوتا تھا کہ جس کے متعلق پڑھا رہے ہیں چہرے پر تاثرات بھی ویسے ہی ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر کچھ سنجیدہ لیکچر دے رہے ہیں تو آپ کا چہرہ بھی انتہائی سنجیدہ ہو جاتا اور اگر مزاح پڑھا رہے ہیں تو کلاس کا ماحول اور آپ کا مزاج بھی ویسا ہی دکھائی دینے لگ جاتا۔ پطرس بخاری بغیر کسی کتاب کے لیکچر دیا کرتے تھے لیکن اُن کو اپنا لیکچر بہت اچھی طرح تیار ہوتا تھا لیکن طلبا پر اس تیاری کا اظہار نہ ہونے دیتے تھے۔ پطرس بخاری تمام ہی اصناف بخوبی پڑھاتے تھے لیکن ڈراما پڑھانے میں انھیں خاص شغف تھا۔ ڈراما پڑھانے کا فن تو اُن کی جنم بھومی سے جاملتا ہے۔ پشاور کے قلعہ خوانی بازار کے تھکے ہارے مسافر وہاں کی داستانیں چہرے کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ داستان کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے بیان کرتے تھے۔ یہی شغف ان کو ڈراما پڑھانے میں نظر آتا ہے۔

پطرس کو اردو ادب سے جو عشق تھا ’’مجلس اُردو‘‘ کا قیام اس عشق کی ایک کڑی ثابت ہوا۔ پروفیسر بخاری جوہری کی حیثیت رکھتے تھے جو اصل ہیرے کی پہچان رکھتا ہے۔ اُس طرح کے کئی ہیرے انھوں نے اپنے اردگرد جمع کر رکھے تھے۔ مجلس اُردو انھی ہیروں کو ایک جگہ جمع کرنے میں معاون ثابت ہوئی۔ مجلسِ اُردو کا مقصد یہ تھا کہ جتنے بھی ادب سے وابستہ لوگ ہیں اُن کی تحریریں یکجا ہوں۔ اُن کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے تاکہ ادب کو فروغ حاصل ہو۔ ہر وہ انسان جو طبع زاد ڈراما، تنقیدی مضمون یا نظم

لکھ سکتا تھا اُس کو انجمن میں شرکت کے مواقع فراہم کیے گئے۔ ادب کے ہر طالب علم کے لیے ضروری سمجھا جاتا تھا کہ وہ اردو ادب یا فروغ اُردو کسی ایک سے وابستہ ہو کر تخلیقی سرگرمیوں میں حصہ لے اور بھرپور کردار ادا کرے۔ پطرس بخاری کی شخصیت ایسی نہ تھی کہ انھیں بھلا دیا جائے۔ بلکہ آپ کے وہ شاگرد جو آپ سے فیض یاب ہو کر بڑے اہم عہدوں پر تعینات ہوئے۔ انھوں نے اپنے نام کے ساتھ اپنے اُستاد کا نام بھی روشن کیا۔ آپ کے شاگردوں میں کوئی قلم کار بنا تو کوئی ادبی دنیا کا اہم شاہکار بنا۔

- فیض احمد فیض (شاعر و صحافی تھے)
- ن۔م۔راشد (شاعر)
- آغا عبدالحمید (آئی سی ایس)
- کنہیالال کپور (مصنف و ماہر تعلیم)
- حفیظ ہوشیارپوری (صاحب طرز غزل گو اور ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل ریڈیو پاکستان)
- حنیف رامے (ادیب، مصور اور سیاستدان)

بخاری کے ظاہری خدوخال اور نین نقش ایسے تھے کہ آپ کے شاگرد بھی آپ سے مانوس ہو کر جلد آپ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے:

> ”بخاری صاحب عین جوانی میں تھے۔ پینتیس سال کی عمر میں دراز قد، گھنی بھنویں، سرخ و سفید رنگت بڑی بڑی روشن آنکھیں، لمبوترا چہرہ، شکل و صورت کے اعتبار سے وہ افغانی یا ایرانی دکھائی دیتے تھے۔“ (۱۸)

پطرس بخاری کے شاگردوں کے بقول اُن کی شخصیت میں عجز و انکساری اور عقیدت کی صفات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں اور انھیں اعلیٰ صفات کی وجہ سے وہ لوگوں میں ہر دل عزیز اور مقبول شخصیت تھے۔ آغا بابر کے بقول:

> ”شکل و صورت ایرانیوں جیسی، وضع قطع، باتیں کرنے کا ڈھنگ، لباس اور اطوار سے یورپین انداز ٹپکتا تھا۔ گردن میں آپریشن کی وجہ سے ایک گڑھا سا پڑتا تھا جس کی وجہ سے نسیں کھینچی رہتیں۔“ (۱۹)

پطرس بخاری نے کتابوں کے تراجم کیے۔ پطرس بخاری کو انگریزی، فارسی، پشتو اور فرانسیسی زبانوں پر دسترس حاصل تھی۔ یہی وجہ تھی کہ پنجاب بک بورڈ میں آپ نے تراجم کے فرائض پوری دل جمعی کے ساتھ نبھائے۔ پطرس بخاری کو اپنی شخصیت پر مکمل اعتماد تھا۔ وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ اُن کے اندر اتنی صلاحیتیں ہیں کہ وہ جس بھی کام کی ٹھان لے اُس کو احسن طریقے سے بر وقت سرانجام دے سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اس کمیٹی کی پچیس سال کے کام کی رپورٹ مکمل طور پر ایک ہی رات میں تیار کر دی تھی جو کہ ایک ناممکن سا کام نظر آتا ہے لیکن آپ کے اندر کام کو کر جانے کا بھرپور جذبہ موجود تھا جس کی بدولت آپ نے اس کام کو بخوبی پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ رواج زمانہ کے مطابق آپ کے اس کام پر افسرانِ بالا نے اپنی برتری کو ظاہر کرنے کے لیے اہمیت نہ دی جس پر پطرس نے شدید غصے میں آ کر اس رپورٹ کے ٹکڑے کر دیے لیکن بعد میں انھیں ٹکڑوں کو جوڑ کر افسرانِ بالا نے اپنا کام سیدھا کیا۔

پطرس بخاری پاکستان کے تعلیم کے مسائل کو سمجھتے تھے اور نہایت باریک بینی سے ان معاملات کو سلجھانے کی بھی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ آپ نے تعلیم کے مسائل کو حل کرنے کے لیے جو تجاویز پیش کی تھی اُن سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے اندر اپنی قوم کی بھلائی کا درد نمایاں طور پر موجود تھا۔ آپ کے قیامِ پاکستان کے بعد تعلیم کا جائزہ لیتے ہوئے الفاظ کچھ اس طرح تھے:

> ”اہم ترین مسائل کے معاملے میں تعلیم کا نمبر ویسے بھی بعد میں آتا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد تقریباً ایک سال گزر چکا ہے اس عرصے میں نہ تو تعلیم کی حد میں کوئی نمایاں اضافہ ہوا نہ ہمارے نظام تعلیم اور طریق امتحان میں کوئی انقلاب برپا ہوا اور نہ رضاکاروں اور کارکنوں کی کوئی جماعت ناخواندگی کے خلاف جہاد کرنے کے لیے میدانِ عمل میں اتری۔“ (۲۰)

پطرس بخاری نے آل انڈیا ریڈیو کو بہتر بنانے اور اُس کی ترقی کے لیے تمام کوششیں سر کر دی۔ انھوں نے اس فن میں نئے نئے اسٹیشن بھی کھولے۔ ریڈیو کو منظّم بنانے کے لیے اصول و ضوابط کا ایک ڈھانچہ بھی مرتب کیا۔ ریڈیو پروگرام کے لیے جہاں انھیں اعلیٰ اذہان کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں اُنھوں نے اعلیٰ علمی و ادبی حلقوں سے رابطے کیے اور ذہین اور قابل افرادی قوت کو سامنے لے کر آئے۔ یہی وہ دور

تھا جب رشید صدیقی، محمود نظامی، سعادت حسن منٹو، ن۔ م۔ راشد، خورشید انوری، مسعود پرویز، الطاف گوہر، سومناتھ، ملک حبیب احمد، راجندر سنگھ بیدی، فیروز نظامی جیسے اعلیٰ اذہان ریڈیو سے منسلک ہوئے اور پھر یہی لوگ برسوں کسی نہ کسی ڈگر پر ریڈیو کے لیے اپنی خدمات پیش کرتے رہے۔ ان لوگوں نے نہ صرف ریڈیو کے لیے قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں بلکہ پطرس کی زیر تربیت رہنے والے یہ اعلیٰ اذہان جہاں بھی گئے اُس شعبے کو چار چاند لگا دیے اور آج تک اپنی پہچان آپ رکھتے ہیں۔ پطرس بخاری کے دور کے ریڈیو پروگراموں کی ریکارڈنگ کو اگر دیکھا جائے تو یہ کسی ادب پارے سے کم نہیں۔ اس میں علم و ادب کا وسیع خزانہ موجود ہے۔ پطرس بخاری کو ادب سے گہرا شغف حاصل تھا۔ وہ اپنی ذات کی تسکین کے لیے بھی ادبی پروگراموں کی اہمیت پر زور دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اُس دور کے پروگرام ادب کے حوالے سے ہر دور سے بہتر رہے۔ یہ ایسے پروگرام تھے جنھوں نے لوگوں کے علم میں اضافہ کیا۔ جس کا مقصد تفریح کے ساتھ ساتھ ذہنی نشوونما بھی تھا اور یہ مقصد صحیح معنوں میں پورا ہوا۔

پطرس بخاری نے ریڈیو کی پوری ملازمت کے دوران تمام تر قواعد کی پوری طرح پابندی کی اور دوسروں سے بھی کروائی۔ محکمہ نشریات کا ہر فرد اس بات سے بخوبی آگاہ تھا کہ پطرس قواعد کی پابندی بخوبی بجا لاتے ہیں اور قواعد و ضوابط کے منحرف شخص کو ذرا بھر بھی شعبہ میں پھٹکنے نہیں دیتے۔ پطرس بخاری نے بہت سختی سے اس چیز کو لاگو کیا کہ جو بھی اسٹوڈیو میں آئے پرنٹ کارڈ ہمراہ لائے لیکن ایک دن خود لانا بھول گئے۔ گارڈ نے جب آپ کو کارڈ دکھانے کو کہا تو آپ فوراً واپس گئے اور کارڈ لے کر آئے اور گارڈ کو بھی اس کی اس فرض شناسی اور نظم و نسق کی پابندی پر شاباش دی۔

پطرس بخاری اُردو کی توہین برداشت نہیں کر سکتے تھے لیکن اُس دور میں ڈائریکٹر شپ کا زمانہ بھی فسادات کی نظر ہو چکا تھا۔ ہر طرف اسی بات کا چرچا تھا کہ اردو کو مٹا کر ہندی کو رائج کیا جائے چناں چہ پطرس بخاری نے اپنی فلاح اسی میں جانی کہ وہ ریڈیو کے اس محکمے کو جس کے لیے انھوں نے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دی تھیں، جس کے لیے انھوں نے بے پناہ تگ و دو کی تھی اور اس کو عروج ثریا تک پہنچایا تھا اُس سے سبکدوش ہو جائیں۔ چناں چہ آپ نے اس محکمہ کو خدا حافظ کہہ دیا۔

پطرس بخاری کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور کی سرزمین بہت پر کشش تھی۔ پطرس نے زمانہ

طالب علمی بھی یہیں بسر کیا تھا۔ پہلی ملازمت بھی اسی کالج میں کی تھی۔ اسی کالج کے بدولت آپ آل انڈیا ریڈیو اور پاکستان ریڈیو کو کامیاب بنانے میں اہم ثابت ہوئے اور پھر دوبارہ اسی کالج میں پرنسپل کی حیثیت سے واپس آ گئے۔ آپ کی ادبی زندگی کی جنم بھومی بھی یہی کالج تھا۔ گویا آپ کی شخصیت میں اس کالج کا عکس ہے۔

پطرس بخاری کو گورنمنٹ کالج کے ذرے ذرے سے الفت تھی۔ اُن کی زندگی اسی کالج کے گرد گھوم رہی تھی۔ پطرس اس کالج کے تمام عہدوں سے وابستہ ہر یاد سے واقف تھے۔ آپ اس کالج کے چپے چپے سے واقف و آگاہ تھے اور ہمیشہ اس کی ترقی کے لیے کوشاں رہے تھے۔ پطرس بخاری کو گورنمنٹ کالج کے چپے چپے سے اُلفت تھی اور اُن کی یہ محبت اُن کے چہرے سے صاف عیاں ہوتی تھی۔

پطرس بخاری کی شخصیت ایک اعلیٰ درجے کے منظّم شخص کی شخصیت تھی۔ آپ نے اپنے پرنسپل ہونے کے زمانے میں کالج کے نظم و نسق پر بہت زور دیا اور کالج کو ادب کا گہوارہ بنایا۔ وہ جہاں بھی جس بھی محفل میں ہوتے اُن کے ذہن میں صرف اور صرف گورنمنٹ کالج لاہور رہا کرتا تھا۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ اس کالج کو اور اس کالج کے طالب علموں کو مثالی طالب علم بنائیں۔ پطرس بخاری کو اس بات میں ملکہ حاصل تھا کہ وہ ہمیشہ دوستوں کو جوڑ کر رکھتے تھے۔ محفلیں بنانے اور سجانے میں کمال فن رکھتے تھے۔ دوستوں کے گھروں میں بھی جاتے اور تمام دوستوں کو ایک ساتھ رکھنے کی غرض سے ہر دس پندرہ دن کے بعد دوستوں کو اپنے گھر کھانے پر مدعو کرتے اور پھر شام دیر تک یہ محفل گرم رہتی جس میں حکومت کے معاملات، ادب کے اہم مسائل اور وقتِ موجودہ کے مسائل کے بارے میں گفتگو ہوتی۔ وہ اپنے دوستوں کو مذاق بھی کیا کرتے تھے اور دوستوں نے کبھی اُن کی بات کا بُرا بھی نہیں منایا تھا۔ بقول اے ہاشمی:

> ”دعوتوں میں ان کے پانچ چھ نیاز مند شریک ہوتے تھے۔ ان موقعوں پر وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میرے دوستوں کا خون سفید ہے۔ کھانے کو بلاؤ تو بلا تامل آ بیٹھتے ہیں ویسے اِدھر کا رُخ نہیں کرتے۔“ (۲۱)

پطرس بخاری کی شہرت قومی ہی نہیں بین الاقوامی بھی تھی۔ اس کا اندازہ آپ کے اندازِ سیاست سے بھی ہوتا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے سیاست میں بھی اہم کردار ادا کیا لیکن ایک ایسے سیاست دان

کی حیثیت سے سامنے آئے جو نہایت سنجیدہ اور اپنے کام میں زیرک تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد جتنی بھی کانفرنسیں منعقد ہوتی اُن میں پاکستان کے نمائندے کا کردار آپ ہی ادا کیا کرتے تھے۔

پطرس بخاری نے بیرونِ ملک سب سے پہلے لندن میں پاکستان کے نمائندے کی حیثیت سے اہم کردار ادا کیا۔ اس کانفرنس کا ایجنڈا انڈیا آفس کی املاک کی تقسیم کے سلسلے میں تھا۔ اس کے بعد ۱۹۴۸ء میں میکسیکو میں بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی۔ (۲۲)

پطرس بخاری دنیا کے جس بھی کونے میں قیام پذیر رہے اور جس طرح کی بھی ذمہ داریاں آپ کے کندھوں پر ڈال دی گئی آپ نے تمام امور اور ذمے داریوں کو بھرپور انداز سے اور انتہائی نظم و نسق کے ساتھ نبھایا۔ آپ کی اس اعلیٰ کارکردگی میں آپ کی بھرپور علمیت ظاہر ہوتی تھی۔

پطرس کی علمیت کا اندازہ ان کی زندگی کے تمام امور سے ظاہر ہوتا ہے۔ آل انڈیا ریڈیو سے لے کر اقوامِ متحدہ تک ہر جگہ اپنی ذہانت کی بنا پر اعلیٰ کارکردگی ظاہر کرتے رہے لیکن اُن کے علاوہ کوئی بھی اس درجے تک کا کمال انسان نہ تھا۔

پطرس بخاری جب بیرونِ ملک رہے تو تب بھی آپ بہت باقاعدگی کے ساتھ اپنے گھر والوں کو اور دوست احباب کے اور وطن عزیز کے حالات و واقعات سے آگاہ رہیں۔ وہ اپنے دوستوں کو بھی کہا کرتے تھے کہ اہل بخارا کی خبر لیتے رہا کرو تاکہ اُن کے حالات سے باخبری رہے۔ بیگم فیض احمد فیض کو خط میں لکھتے ہیں:

> ”تو پیاری ایلس تمھارے خط سے بہت مسرت ہوئی۔ لاج (Lodge) سے جو خط آئے ہیں ان میں اکثر تم سے قبل ملاقات کا ذکر رہتا ہے۔ کہیں تم نے میری یہ بات پلے تو نہیں باندھ لی کہ میرے بعد ”بوبی“ (زبیدہ) کا خیال رکھنا وہ تو یوں ہی اپنی تشویش کی جانب اشارہ تھا اور مجھے امید ہے کہ تم اس کی پیروی میں بہت وقت نہیں گنوا رہی ہو۔ بہر حال اہلِ بخارا کے لیے تمھاری محبت کا شکر گزار ہوں۔“ (۲۳)

پطرس کو اپنے گھر والوں سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ اس چیز کا بہت احساس کرتے تھے کہ اُن کے

گھر والے مسائل کا شکار نہ ہوں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بخاری صاحب کی بیگم ہی گھر کے سارے معاملات سنبھالے ہوئے تھی۔ بچوں کی تعلیم و تربیت اور گھر کو بنانے میں تمام تر ذمہ داریاں بیگم بخاری کے ذمے تھی اور بخاری صاحب کو اس بات کا احساس بہت شدت سے ہوا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ بچوں کی شادی کے انتظامات بھی بیگم بخاری نے خود ہی کیے تھے۔ وہ اپنی تمام تر ذمہ داریاں بہت بخوبی سرانجام دیا کرتی تھی جب کہ بخاری صاحب ان سب ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے بوجہ ملازمت محروم ہی رہے ہیں۔ بحر حال بیگم بخاری نے اپنے گھر کو جوڑ کر رکھا ہے۔ اس چیز کا احساس بخاری صاحب کو تھا کہ بیگم بخاری ہی ہیں جو اہل بخارا کی روایات، شان و شوکت اور روایات کو جوڑے ہوئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زبیدہ بیگم پُر خلوص اور سلیقہ شعار خاتون تھی جو اپنی خاندانی ذمہ داریوں کو پوری طرح سرانجام دیتی تھی۔

پطرس بخاری کی زندگی کے آخری ایام میں بھی اپنے فرائض بڑی جان فشانی سے سرانجام دیتے رہے۔ اس وجہ سے ہی اُن کی صحت دن بدن خراب ہوتی گئی اور آپ مختلف امراض کا شکار ہونے لگے۔ ۱۹۵۰ء میں جب آپ پاکستان کے نمائندے کی حیثیت سے نامزد ہوئے تو اُس وقت آپ کو ذیابیطس کا مرض لاحق ہو گیا۔ اُس کے بعد ڈاکٹروں نے آپ کو اس شبہ میں مبتلا کر دیا کہ آپ کو سرطان ہے جس کی وجہ سے آپ کو بہت پریشانی اُٹھانی پڑی۔ اپریل ۱۹۵۸ء میں ہمر شولڈ نے چند صحافیوں کو ظہرانے پر مدعو کیا۔ اس دعوت کے دوران بخاری پر دل کا دورا پڑا وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ڈاکٹروں نے Thrombolysis تشخیص کیا۔ وہ نیو یارک کے ایک ہسپتال میں مسٹر براؤن کے فرضی نام سے داخل ہوئے۔ (۲۴) آپ کی زندگی کے آخری ایام میں آپ کا ڈاکٹری معائنہ جاری رہا۔ یو این او کی مسلسل محنت کی وجہ سے بخاری کی صحت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ بقول سالک صاحب کہ بخاری نے انھیں خط میں لکھا تھا کہ بڑھاپا آ گیا ہے۔ وزیر اعظم کے ساتھ بیرونِ ملک میں رہنے کی وجہ سے صحت شدید خراب ہو گئی ہے۔ آٹھ دس دن کے دوران دو تین گھنٹے سے زیادہ سویا نہیں جس کی وجہ سے اعصاب پر بہت برا اثر پڑا ہے (۲۵) گویا پطرس مسلسل محنت کی وجہ سے دن بدن بیمار ہو گئے۔ پطرس کو اپنے آخری ایام میں اس چیز کا بھی احساس ہوتا تھا کہ وہ اپنے وطن سے دور ہیں۔ اُن کی یہ آرزو حسرت میں بدل گئی کہ وہ اپنے ملک میں زندگی کے آخری لمحات گزارتے۔ اس بات کا احساس وہ یوں بھی دلاتے ہیں:

> ’’جہاں گردی سیر و سیاحت کے لیے تو خوب ہے لیکن قدرت کو ایسا انتظام ضرور کرنا چاہیے کہ انسان بیمار ہو تو اپنے وطن میں اور دفن ہو تو اپنی ہی مٹی میں۔‘‘ (۲۶)

لیکن پطرس بخاری کی یہ تمام آرزوئیں حسرتوں کا روپ دھار کر دل میں ہی رہ گئی اور وہ بیمار بھی رہے تو دیارِ غیر میں۔ نہ اپنوں سے خدمت کروائی نہ اپنوں کی ہمدردیاں سمیٹی اور نہ ہی آخری لمحات میں اپنا پیار، اپنوں کے لیے نچھاور کیا اور وفات بھی پائی تو دیارِ غیر میں ہی جہاں نہ کندھا دینے والے اپنے اور نہ مٹی ڈالنے والے اپنے۔ وہ انسان جو اپنوں کے معیار کو بلند کرنے کے لیے ساری عمر کوشش کرتا ہے جدوجہد کرتا ہے اپنی صحت اور زندگی تک کی پروا نہیں کرتا اُسے اس بات کا تو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ہی آخری لمحات میں پاس موجود نہیں ہوتے۔ پطرس بخاری نیو یارک میں ۵ دسمبر ۱۹۵۸ کو صبح سوا چھے بجے اس دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لیے چلے گئے۔ (۲۷) مسٹر ہیمر شولڈ سیکریٹری جنرل اسمبلی اقوامِ متحدہ نے ان کی وفات پر اعلامیہ شائع کیا تھا۔ انھوں نے اس میں آپ کی صلاحیتوں اور خوبیوں کا بیان کچھ یوں کیا:

> ’’پطرس بخاری مشرق و مغرب کی میراث کے مالک تھے۔ انھیں خصوصیات کی بنا پر ہم بین الاقوامی مسائل کا حل کرتے ہیں کیوں کہ وسعتِ نظر و فکر کے بغیر یہ کام چل نہیں سکتا۔ نئی دنیا میں وحدت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ بزرگ میراث اور روایات پر کامل نظر ہو۔۔۔ اور یہی فضائل بخاری کی شخصیت میں آشکار تھے۔‘‘ (۲۸)

پطرس بخاری کی وفات کے بعد آپ کے بھائی ذوالفقار بخاری کو اطلاع دی گئی تھی۔ انھوں نے آپ کی بیوی زبیدہ بیگم کی رضامندی پر پاکستانی سفارت خانے والوں کو یہ اجازت دے دی تھی کہ وہ آپ کو امریکہ میں ہی سپردِ خاک کر دیں۔ پطرس بخاری کے تابوت کو پاکستان کے پرچم اور اقوامِ متحدہ کے پرچم میں لپیٹ کر سفارت خانے میں آخری دیدار کے لیے رکھا گیا تھا۔ آپ پر بے شمار پھولوں کی چادریں چڑھائی گئی۔ آخری رسومات میں اقوامِ متحدہ کے ہی زیرِ اہتمام ایک تعزیتی تقریب بھی رونما ہوئی جس کی نمائندگی ڈاگ ہمیر شولڈ اور پرنس علی خان نے کی تھی۔

پطرس بخاری کا نمازِ جنازہ نیو یارک میں مقیم ایک عرب نژاد مسلمان خلیل عیسیٰ نے پڑھایا

تھا۔ (۲۹) آپ کے تابوت کو ایک جلوس کی صورت میں نیویارک سے تیس میل دور Valwallah کے Kesico کے قبرستان میں سینکڑوں مداحوں، دوستوں اور سفارتی نمائندوں کی موجودگی میں قبر میں اتارا گیا۔ (۳۰) پطرس کو جس قبرستان میں دفنایا گیا تھا وہ خاص اسی فرقے سے منسلک قبرستان نہیں تھا۔ قبر کی زمین حکومتِ پاکستان نے ۸۰۰ ڈالر میں خریدی تھی جس کا رقبہ ۱۰۰ مربع گز تھا۔ پطرس کی قبر پر ایک بڑا سیاہ پتھر نصب تھا جس کے اوپر لکھا تھا۔ "احمد۔ ایس بخاری۔ پیدائش۔ پشاور ۲۵-۱۰-۱۸۹۸ء، وفات ۱۹۵۸-۱۲-۱۵ (۳۱) اس کے نیچے رابرٹ فراسٹ کے دو مصرعے بھی درج ہیں جن کا ترجمہ ہے: فطرت اپنے جوہر میں تضاد پیدا کر کے انسان کو کسی ایک کی حمایت کی زحمت اٹھانے پر مجبور کرتی ہے۔ (۳۲)

حوالہ جات

۱۔ کرنل غلام سرور، "پطرس ایک مطالعہ"، مشمولہ: رسالہ اُردو پنج (راولپنڈی: جلد اول، شمارہ ۱)، ص ۱۸۲۔

۲۔ محمد عبداللہ قریشی، "ہر نغمہ جس کا حسن تمنائے گوئی تھا"، مشمولہ: نقوش (پطرس نمبر)، ص ۲۹۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ سید ذوالفقار بخاری، "بھائی بھائی"، مشمولہ: نقوش (پطرس نمبر)، ستمبر ۱۹۵۱ء، ص ۳۵۔

5. Rauf Parekh by Dawn News, Z.A Bukhari: from Chief Maulvi to director general, Dawn — Features: July 08, 2008.

۶۔ کرنل غلام سرور، "پطرس ایک مطالعہ"، محولہ بالا، ص ۱۱۶۔

۷۔ صوفی غلام مصطفےٰ، "پطرس بخاری مرحوم"، مشمولہ: نقوش (شخصیات نمبر)، جنوری ۱۹۵۵ء، ص ۱۱۶۔

۸۔ سید ذوالفقار بخاری، "بھائی بھائی"، محولہ بالا، ص ۳۴۔

۹۔ کرنل غلام سرور، "پطرس ایک مطالعہ"، محولہ بالا، ص ۱۸۶۔

۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ ایضاً۔

۱۳۔ سید ذوالفقار بخاری، سرگزشت (کراچی: جی پی او بکس ۲۳، ۱۹۶۶ء)، ص ۶۲۔

۱۴۔ عبدالحمید اعظمی، پاکستان ادب کے معمار پطرس بخاری فن و شخصیت (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۶۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۷۔

۱۶۔ محمد طفیل، "جنابِ پطرس"، مشمولہ: جناب، ص ۲۴۔

۱۷۔ کنہیالال کپور، "پیر و مرشد"، مشمولہ: نقوش (پطرس نمبر)، ص ۷۶۔

۱۸۔ ایضاً، ص ۷۳۔

۱۹۔ "جن کی باتوں میں گلوں کی خوشبو"، مشمولہ: نقوش (پطرس نمبر)، ص ۱۰۰۔

۲۰۔ عبدالحمید اعظمی، پاکستانی ادب کے معمار پطرس بخاری فن و شخصیت، ص ۳۴۔

۲۱۔ ڈاکٹر میمونہ وحید، پطرس بخاری: حیات اور کارنامے (حیدر آباد: الیاس ٹریڈرز پبلشر، ۱۹۸۶ء)، ص ۷۳۔

۲۲۔ پطرس بخاری، کلیاتِ پطرس، مرتبہ: انوار چودھری (لاہور: مکتبہ شعر و ادب، س ن)، ص ۹۶۷۔

۲۳۔ عبدالحمید اعظمی، پاکستانی ادب کے معمار پطرس بخاری شخصیت اور فن، ص ۵۵۔

۲۴۔ پطرس بخاری، پطرس کے خطوط (دہلی: ۱۹۷۸ء)، ص ۹۱۔

۲۵۔ عبدالحمید اعظمی، پاکستانی ادب کے معمار پطرس بخاری شخصیت اور فن، ص ۵۸۔

۲۶۔ پطرس بخاری، پطرس کے خطوط، ص ۳۷۔

۲۷۔ "پروفیسر بخاری آخری لمحات"، مشمولہ: نقوش (پطرس نمبر)، ص ۲۹۔

۲۸۔ رشید احمد صدیقی، "کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور"، مشمولہ: نقوش (پطرس نمبر)، ص ۵۴۔

۲۹۔ عبدالحمید اعظمی، پاکستانی ادب کے معمار (پطرس بخاری فن و شخصیت)، ص ۶۱۔

۳۰۔ ایضاً۔

۳۱۔ ایضاً۔

۳۲۔ ایضاً۔